

از حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ



عقیدہ قیامت معاد اور مجازاتِ اعمال



معاد و جسمانی کی حقیقت دو امر سے مرکب ہے ایک یہ کہ معاد کا اصل واقعہ بحفاظ عقل ممکن ہے محال نہیں کیونکہ محال کا ایک عرفی معنی ہے یعنی کسی امر کا دشوار ہونا جیسے ایک آدمی کو دوسرا آدمی کہے کہ میرے ساتھ لاہور جاؤ۔ وہ کہے کہ مجھے عذر ہے۔ گھر میں بیمار ہے، نہیں جاسکتا۔ پھر بھی وہ اصرار کرتا ہے کہ تم کو میرے ساتھ جانا پڑے گا۔ جس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ میں جاؤں یعنی محال ہے۔

معاد و جسمانی کی پہلی دلیل | ظاہراً یہ ناممکن و دشوار کے معنی میں ہے نہ یہ کہ لاہور جانا اس کے عقلاً ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کے کہنے کے بعد اگر وہ لاہور جانے کا ارادہ کر کے ریل کا ٹکٹ لے لے تو جاسکتا ہے۔ دوسرا معنی ناممکن اور محال کا یہ ہے جس کو فلسفہ میں ناممکن کہا جاتا ہے۔ جیسے دودو نے پانچ یا نفی اور اثبات کا ایک وقت میں جمع ہونا ایسا محال اور ناممکن، واقعی طور پر موجود نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یہ کہ زید ایک خاص کپڑے میں موجود بھی ہے اور موجود نہیں بھی ہے۔ قیامت اور معاد اس معنی میں محال نہیں کیونکہ یہ ایک وقت نفی اور اثبات کا ایک محل میں جمع ہونا ممکن نہیں۔ اس وقت دنیا قیامت موجود نہیں۔ اور وقت مقررہ میں موجود ہوگی۔ موجود ہونا اور نہ ہونا دونوں کسی وقت بھی مجتمع نہیں۔ تاکہ نفی اور اثبات یہ ایک وقت مجتمع ہونے سے محال لازم آئے۔ تمام عقلی اور فلسفی ناممکنات یا محالات کی بنیاد یہی ہے کہ اس میں یہ ایک وقت نفی اور اثبات کا اجتماع ہو۔ دودو نے پانچ بھی اس حقیقت کے پائے جانے کی وجہ سے محال ہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور چار ایسا عدد ہے جو پانچ نہ ہو۔ اور جب ہم دو دینے پانچ کہتے ہیں تو اس کو پانچ تسلیم کرتے ہیں تو گویا ہم نے ایک ہی عدد کے متعلق نفی اور اثبات کو جمع کر دیا کہ پانچ نہیں اور پانچ ہے جو محال ہے۔ لیکن قیامت جب ممکن ہے اور متواتر خبر صادق نے اس کی تصدیق

کر دی ہے تو پھر اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں۔ کیونکہ ہر ممکن امر کی جب توانہ کے ساتھ اس کی تصدیق ہو جاتے یا قابل اعتماد ذرائع سے اس کا ثبوت مل جاتے تو پھر اس کے واقع ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا مثلاً گذشتہ زمانے میں یہ خبر جاپان کا امپریٹلیم بم سے تباہ ہوا ایک ممکن معاملہ تھا۔ جب قابل اعتماد اطلاع سے اس کی تصدیق ہوئی۔ تو تمام دنیا نے اس کو درست تسلیم کیا۔ اسی طرح موجودہ دنیا کا نقشہ اسرائیلی سے برباد ہو جانا جو کہ اربوں درجہ ایم سے قوی چیز ہے۔ ممکن امر ہے جب آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام جیسے راست بازوں کی متواتر شہادت اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ تو پھر اس کے واقع ہو جانے میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے

معاذ جسمانی کی دوسری دلیل | معاذ جسمانی کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معاذ جسمانی کی حقیقت تخریب اور تعمیر ہے۔ یعنی موجودہ نظام دنیا کو درہم برہم کرنا یہ تخریب دنیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں جہاں آخرت کی تعمیر یہ دونوں کام معاذ جسمانی کی حقیقت ہے۔ اور یہ دونوں کام فعل الہی سے فعل انسانی نہیں اب اگر کوئی انسان اس کو دشوار سمجھے تو اپنی محدود اور ناقص قوت و قدرت کے پیش نظر اس کو دشوار سمجھے گا۔ لیکن خالق کائنات کی قدرت کے اعتبار سے اس میں کوئی دشواری نہیں۔ کیونکہ کسی کام کا آسان اور مشکل ہونا غافل کے اعتبار سے۔ مثلاً بیس من بوجھ اٹھانا چیونٹی کے لئے دشوار ہے۔ لیکن ہاتھی کے لئے آسان ہے۔ لیکن چیونٹی اور ہاتھی دونوں مخلوق ہونے اور حیوان ہونے میں برابر ہیں۔ لیکن خالق اور مخلوق میں تو کوئی برابری نہیں۔ تو اگر انسان مخلوق کے لئے دنیا کی تخریب و تعمیر دشوار ہو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خالق کائنات کی قدرت کے لحاظ سے بھی دشوار ہو۔ حالانکہ دنیا کی موجودہ عمارت اسی خالق کائنات کی بنائی ہوئی ہے۔ اور بگاڑنا بنانے سے آسان ہے تو اگر ہم انسان اور مخلوق ہونے کے باوجود جب کوئی بڑی سے بڑی عمارت بنا دیتے ہیں تو ہم اس کو گرا کر اس کی جگہ دوسری عمارت بنا دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ تو کیا خالق کائنات کو یہ قدرت نہیں کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت دنیا درہم برہم کر کے اس کی جگہ آخرت کی عمارت کھڑی کر دے۔ یقیناً وہ ایسا کر سکتے ہیں اور یہی معاذ جسمانی اور قیامت ہے جس کی صحت و صداقت عقلاً ثابت ہو گئی۔

ثبوت قیامت اور معاذ جسمانی کی تیسری دلیل | قیامت میں مجازۃ اعمال کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا ہے۔ چونکہ خالق کائنات نے انسان کو پہلی مرتبہ زندگی عطا فرمائی جو مشاہدہ میں آتی ہے اور اس وقت انسان کا نام و نشان نہ تھا۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا (سورة الدهر آیت ۱)

عقیدہ قیامت

۱۵

الحق

انسان پر ابتدائی وجود سے قبل ایسا وقت آیا ہے کہ معدوم ہونے کی وجہ سے قابل ذکر بھی نہ تھا۔ اب دوبارہ زندہ کرنا عقلاً زیادہ قرن قیاس ہے۔ اگر ایک معمار پہلی مرتبہ ایک مکان بنا چکا ہو تو دوبارہ ویسا مکان یا اس سے بھی عمدہ مکان بنانا اس کے لئے کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ اس کی طرف قرآن نے انسان کو توجہ دلائی ہے۔

ہم نے انسان کو پہلی بار بنایا۔ دوبارہ بھی ایسا ہی بنائیں گے۔ یہ ہمارا پختہ وعدہ ہے۔ ہم ضرور ایسا کریں گے۔

انسان ہم پر مثال سمجھاتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہہ وہ جس نے پہلی بار بنایا وہ دوبارہ زندہ کرے گا۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ
وَعُدُّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ

(سورة الانبياء آیت ۱۰۴)

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَتَسَىٰ خَلْقَهُ
قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ
قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا
أَوَّلَ مَرَّةٍ (یس ۷۸-۷۹)

بلکہ دوسری آیت میں ہے۔

وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ

اس سے قیامت کا ہونا عقلی رنگ میں ثابت ہوا۔ یہ آسانی بھی قدرت انسان کے انداز پر ہے۔ ورنہ درمطلق کے لئے سب صورتیں یکساں آسان ہیں۔

اس کے لئے اعلیٰ کمال ہے

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ

معاذ کی چوتھی دلیل | عام قانون ہے کہ اگر دو کام ایک ہی نوعیت کے ہوں تو اگر کوئی فاعل اسی نوعیت کا مشکل کام کر سکتا ہو تو آسان کام ضرور کر سکتا ہو گا۔ مثلاً ایک درزی جب کوٹ اور شیروانی سی سکتا ہے تو چادر سینا جو کوٹ اور شیروانی سے آسان ہے اس کو یقیناً سی سکتا ہو گا۔ کیونکہ دونوں ایک ہی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ یعنی خیاطت کی قسم سے ہے۔ اسی طرح ڈیڑھ دوسن، انسان کی نسبت آسان وزمین کی تخلیق جو کہ وڑوں من کی مخلوق ہے جب خدا نے ان کی تخلیق کی ہے تو انسان جو چھوٹی مخلوق ہے اس کی دوبارہ تخلیق اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ کہ دونوں کام ایک نوعیت کے ہیں۔ یعنی از قسم تخلیق جو مخلوق اکبر کی تخلیق کر سکتا ہے تو مخلوق اصغر کی تخلیق کیوں نہیں کر سکے گا۔ قرآن نے

ءَاَن تُمْ آسَدُ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءِ
بَنَاهَا رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا (النزاع ۲۱)

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا جس کو اللہ نے بنایا اور بہت بلند جگہ پر رکھا اس کو۔

یعنی آسمان عظیم کی تخلیق کی قدرت سے سمجھ لو کہ تم انسانوں کی دوبارہ تخلیق یقیناً خدا کی قدرت میں داخل ہے لہذا عقلاً انسان کی دوبارہ زندگی معقول ہے۔

مجازاۃ اعمال اور سعادت کی پانچویں دلیل | کل کائنات جو انسان کے علاوہ ہے وہ انسان کی خدمت اور ناکہ رسانی کے لئے بنائی گئی ہے۔ دستخط لکھ وافی السموات والارض اے انسان تمہارے کام اور خدمت میں اللہ نے لگا دیا۔ تمام آسمانی اور زمینی کائنات کو اور انسان کو اللہ نے اطاعت اور عبادت خداوندی کے لئے بنایا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ہم نے جن اور انسان کو خدا کی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ اور عبادت کا نتیجہ اس کے ثمرات ہیں۔ اب اگر قیامت یا دوبارہ زندگی اور مجازاۃ اعمال اور جنت و دوزخ کچھ نہیں تو عبادت کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور جب عبادت بے نتیجہ اور لغو ثابت ہوئی تو انسان کی تخلیق بھی عبث اور لغو ثابت ہوئی۔ اور جب انسان کی تخلیق بھی عبث ہوئی تو پورے کارخانہ کائنات کی تخلیق کا وجود بھی عبث ہوا۔ تو خالق کائنات کا پورا تخلیقی عمل عبث اور بیکار ثابت ہوا جو اس کی شانِ حکمت کے خلاف ہے۔ لہذا نتائج اعمال انسان کا ظہور یہ شکل قیامت و آخرت ضروری ہے کہ دنیا میں اس کا ظہور نہیں تاکہ خداوند تعالیٰ کا کل کارخانہ عمل عبث نہ ہونے پائے۔ اور کارخانہ عالم میں اور انسان کی تخلیق میں جو اس کی حکمت ہے وہ ظہور پذیر ہو۔ جس سے عقلاً قیامت کا ثبوت ضروری ہوا۔

مجازاۃ اعمال اور قیامت کی چھٹی دلیل | قرآن نے ایک سبب الانسان ان یتزرک سدی رکبا انسان گمان کرتا ہے کہ اس کو بے کاچھوڑے گا؟ میں اسی مضمون کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اسی طرح اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَ اَمَّا لَكُمْ بِالْبُئْسَا کَا تُرْجَعُونَ (المومنون آیت ۱۱۷) کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم نتائج اعمال پانے کے لئے قیامت میں ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے؟ دنیا میں نیک و بد ہر طرح کے انسان موجود ہیں۔ کوئی فیض رساں ہے کوئی ظالم، کوئی اللہ کا تابعدار اور کوئی اللہ سے باغی۔ کوئی عادل، کوئی مفسد۔ کوئی متقی اور کوئی فاجر۔ لہذا اللہ کے وصفِ عدل کے لئے جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دونوں کے ساتھ سلوک اور خدا کا طرزِ عمل یکساں نہ ہو ورنہ اللہ کا عدل ظاہر نہ ہو گا۔ خود انسانی بادشاہ بھی اپنے وفادار اور باغی کے ساتھ برابر سلوک نہیں کرتا۔ وفادار کو انعام دیتا ہے اور باغی کو سزا اور اس کے خلاف کارروائی کو عدل و حکمت کے خلاف سمجھتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیوی زندگی میں نیک و بد انسانوں کے ساتھ یکساں سلوک نظر آتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات باغی ظالم اور بد عمل انسان عیش اڑا رہے ہیں اور بہت سے خدا ترس عادل بے ضرر اور نیک افراد تنہا اور سختی میں مبتلا ہیں تو اگر اس زندگی کے بعد آخرت کی کوئی دوسری زندگی نہیں تو خالق کائنات کا نہ عدل ظاہر ہو گا نہ حکمت۔ اس لئے ضروری

ہر ایک اس زندگی کے بعد دوسری اخروی زندگی موجود ہوتا کہ اس میں عادل و باغی نیک اور بد انسانوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق سلوک ہو اور اللہ کی حکمت اور عدل نمایاں ہو سکے۔ وہی قیامت اور روز مجازۃ کا حال ہے۔ جو عقلاً ضروری ثابت ہوا۔ قرآن نے اسی کی طرف آیت میں توجہ دلائی ہے۔

ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار
کیا اگر آخرت نہیں تو ہم الشریعین کرنے والوں اور نیکوں کا رول کو مفسدوں کے برابر رکھیں گے اور خدا ترسوں کے ساتھ بدکرداروں کی طرح سلوک کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

قیامت اور مجازۃ کی ساتویں دلیل | یہ ایک قانونی ضابطہ ہے کہ ہر مرکب چیز کے لئے بسائط اور مفردات کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً اگر اصلی مرکب ہو۔ جیسے انسان جو چار عناصر پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ سے مرکب ہے تو اس مرکب کے لئے خالص مفردات بھی موجود ہیں۔ مثلاً خالص پانی۔ خالص مٹی۔ خالص ہوا اور خالص آگ کہ یہی مفردات بدن انسان کے اندر جو پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ موجود ہے۔ ان کا خزانہ اور مرکز ہے۔ اسی طرح مصنوعی مرکب مثلاً شکریت شکر بنی ایک مرکب ہے جس کے اجزاء میں پانی۔ سرکہ اور چینی ہے۔ تو تینوں اجزاء خالص صورت میں شکر بنی سے باہر موجود ہیں۔ یہ قانون اور ضابطہ اعیان و اعراض، جو اہر و اوصاف دونوں پر حاوی ہے مثلاً اگر کسی کپڑے میں ایسا رنگ ہو جو سیاہ اور سرخ رنگ سے مرکب ہو تو اس کپڑے سے باہر اس مرکب رنگ کے خالص مفردات موجود ہیں۔ یعنی خالص سیاہ رنگ اور خالص سرخ رنگ۔ اب ہم اس ضابطہ کے تحت دیکھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی غم اور خوشی سے مرکب ہے۔ نہ خالص خوشی موجود ہے نہ خالص غم۔ بڑا خوش حال شخص بھی صرف خوشی سے بہرہ یاب نہیں بلکہ غم بھی اس کو لاحق ہے۔ کیونکہ وہ بوڑھا ہوتا ہے۔ بیمار ہوتا ہے مرتا ہے اس کے اقارب و اہباب مرتے ہیں۔ مال اور اقتدار اور عزت میں فرق آتا ہے۔ یہ سب غم ہے اور بڑے سے بڑا مغموم شکرست آدمی بھی کوئی نہ کوئی خوشی رکھتا ہے۔ ہوا میں سانس لیتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ روٹی کھاتا ہے۔ یہ سب خوشی ہے۔ اب انسانی حیات جو غم و خوشی کا ایک مرکب ہے اس مرکب کے ہر دو جز کے لئے خالص مفرد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اس مرکب کے اجزاء کا مخزن ہو۔ یعنی ایک مرکز خالص غم کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں خوشی نہ ہو اور ایک مرکز خوشی و مسرت کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں غم کا نام و نشان نہ ہو یہ دو مرکز اس دنیا میں ناپید ہیں۔ بنا برآں قیامت اور آخرت کا وجود ضروری ہے جس میں صرف دو مرکز ہوں ایک صرف غم کا یعنی دوزخ اور دوم صرف خوشی کا یعنی جنت تاکہ مخلوط مرکب کے لئے جو دنیاوی زندگی ہے خالص مفردات کا وجود متحقق ہو سکے۔ اس سے قیامت، دوزخ اور جنت کا ثبوت ثابت ہوا۔

قیامت اور مجازۃ اعمال کی آٹھویں دلیل | انسانی افراد میں کچھ صالح ہیں اور کچھ مفسد۔ اس لئے تمام انسانوں کو ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں قیمتی اور اعلیٰ اجزا بھی ہیں۔ انیسویں اور کم درجے کے اجزا بھی ہیں۔ جس طرح گندم کے پودے میں خوشے کے اندر جو گندم کے دانے ہیں وہ قیمتی ہیں۔ اور باقی گندم کا پودہ انسان کے کھانے کے لائق نہیں بلکہ مویشیوں کی خوراک ہے اس لئے گندم کے پودوں کو کھلیان میں روزنا پڑتا ہے تاکہ اعلیٰ اور ادنیٰ اجزا یعنی دانے اور بھوسہ الگ ہو جائے اور ہر ایک کو اس کے مناسب ٹھکانے پہنچا دیا۔ چنانچہ روزانہ اور رگڑا گٹھے کے بعد ہوا کے ذریعہ بھوسہ اور غلہ کو الگ الگ کر کے بھوسہ مویشیوں کے معدہ میں اور غلہ انسان کے معدہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس طرح قیامت میں ابراہیم و نوح، اخیار و اشعار کا میدان حشر کے کھلیان میں اقیانوس ضروری ہے۔ **وَمَتَّازُوا لِيَوْمٍ أَتَتْهُمُ الْمُعْجِرُونَ** (یس ۵۹) اے مجرمونیک کاروں سے الگ۔ ہو جاؤ۔ **إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتِ الْآيَاتِ** ایمینک و بد انسانوں کی جدائی اور الگ الگ کرنے کے دن کی تاریخ مقرر ہے تاکہ اخیار اور صالح اجزا کو اس کے مناسب ٹھکانے یعنی جنت میں پہنچا دیا جائے گا کہ یہ اس کا فطری مقام ہے۔ اور اشعار کو ان کے ٹھکانے یعنی دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا کہ ان کا فطری مقام یہی ہے۔ جس سے نہ صرف ثابت ہوتی بلکہ جنت اور دوزخ کا بھی ثبوت ہوا۔ گویا جنت کو انسانی معدہ اور دوزخ کو حیوانی معدہ کی طرح سمجھو۔ اور ابراہیم و اشعار کو غلہ اور بھوسے کی طرح سمجھو۔

قیامت اور مجازۃ کی نویں دلیل | انسان کی فطرت میں راحتِ خالصہ کی تڑپ اور مسرت کا ولولہ فطرۃً موجود ہے۔ اور ہر فرد انسانی کی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اس کو خوشی نصیب ہو۔ اور غم و الم سے محفوظ رہے۔ یہ تمنا تمام افراد اور سب اقوام کو ہے۔ کوئی فرد اور کوئی قوم ایسی نہیں جو اس تمنا اور خواہش سے خالی ہو جس سے معلوم ہوا کہ یہ انسان کی فطری تمنا ہے۔ جو فطرتِ انسانی کے لوازمات میں سے ہے۔ اب اس تمنا کا پورا ہونا ممکن ہو گا یا ناممکن۔ ناممکن تو ہو نہیں سکتا کہ ناممکن امر کی خواہش پر تمام افراد انسانی متفق نہیں ہو سکتے۔ مثلاً انسان کے لئے اس دنیا میں سانس لئے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ تو ایک انسان بھی ایسا متنبہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی یہ تمنا ہو کہ وہ سانس کا محتاج نہ رہے۔ اور زندگی گزارے۔ اس لئے راحتِ خالصہ کی تمنا امر ممکن ہے۔ ورنہ اس کی خواہش پر تمام انسان کیوں متفق ہوتے۔ اب جب ممکن ہوتی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ تمنا اس دنیا کی زندگی میں پوری ہو سکتی ہے؟ قطعاً پوری نہیں ہو سکتی۔ اب اگر دنیا کے سوا کوئی اور جہاں یا دوزخ کی ایسا نہ ہو جس میں یہ تمنا پوری ہو سکے۔ تو یہ خلاف فطرت اور خلاف عقل ہے کہ قدرت کی طرف سے ایک اعلیٰ فطری جذبے کی تکمیل کا کوئی انتظام نہ ہو۔ اور پھر بھی اسی جذبہ کو قدرت نے فطرتِ انسانی میں گاڑ دیا ہو۔ جس کے تمام دیگر فطری جذبات، خوراک، پینا، سانس لینا، کھانا کھانے کے لئے قدرت نے انتظام

یہ کیا ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ جذبہ راحت خالصہ اور غم سے نجات کا انتظام بھی اس نے کیا،
 انسان دنیا میں نہیں کسی اور دوزخ زندگی میں۔ دنیا میں ایسا انتظام ممکن نہیں۔ زمین کا دائرہ تنگ ہے اور
 دنیا عالم کون و فساد و تغیرات ہے۔ اس میں ایک بادشاہ کے لئے بھی خالص خوشی اور غم سے نجات
 ناممکن ہے۔ بادشاہ بوڑھا ہوتا ہے جو جوانی کی نسبت غم ہے اور ضرر ہے۔ بیمار ہوتا ہے جو صحت
 کی نسبت غم اور ضرر ہے۔ دشمن کا خطرہ اور رعیت کی بغاوت کا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو غم ہے اور سب سے
 بڑھ کر خوشی و اقارب اس کے مرتے ہیں۔ جو غم ہیں۔ اور مرید برآں خود بھی اس کو موت پیش آتی ہے جو تمام
 انہوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ سب تغیرات اس دار الفناء کے لئے امور لازمہ ہیں۔ اور اس جہان کی زندگی کے
 لئے ضروری اجزاء ہیں جو اس سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جیسے گرمی آگ سے جدا نہیں ہو سکتی۔ دنیا تنگ ہے
 اور موجودہ لوگ زندہ رہیں اور نئے بھی پیدا ہوں تو زمین میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہے گی۔ اور نقل و حرکت اور
 مالک کے لئے ذراعت کا نظام معطل ہو جائے گا۔ اس لئے اس جہان کا ختم ہونا اور ایک وسیع جہان کا موجود
 کرنا ضروری ہے۔ تاکہ یہ فطری تمنا پوری ہو سکے۔ اس جہان فانی کا ختم کرنا اور جہان بقا کو موجود کرنے کا نام
 قیامت ہے جس میں ابدی اعمال کے بدلے اور جہاں جنت کی زندگی نصیب ہو کر اس فطری تمنا انسان
 کی تکمیل ہوگی۔ کیونکہ جنت میں قرآنی بیان کے مطابق لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ آیت ۲۸)
 کسی کو غم ہوگا اور نہ کسی ڈر کا اندیشہ وَ لَكُمْ فِيهَا مَا نَشْتَهُیْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۝
 (سجده آیت ۳۱) تم کامل انسانوں کے لئے جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو تمہارا جی چاہے اور جسم کو تم
 طاب کر دے۔ وہاں جوانی ہوگی بڑھاپا نہ ہوگا۔ صحت ہوگی مرض نہ ہوگا۔ غنا ہوگا محتاجی نہ ہوگی۔ زندگی ہوگی
 موت نہ ہوگی جس سے آخرت قیامت اور جنت کا ثبوت عقلاً ثابت ہوا۔ اور جب جنت مرکز مسرت
 و خوش حالی موجود ہوگی تو جنت کی ضد دوزخ بھی خدا اور آخرت فراموشیوں کے لئے ہوگی۔ جس میں راحت
 کا نام و نشان نہ ہوگا۔ اور مصائب و آلام کامرکز دائمی ہوگا۔ کیونکہ ضد کے ساتھ دوسری ضد نظام قدرت
 و است کے تحت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قوم جنت کی قائل ہے وہ دوزخ کو بھی مانتی ہے۔ برہمنوں کے
 مقابلے میں گرمی۔ رات کی تاریکی کے مقابلے میں روشنی کا وجود ضروری ہے۔ کہ یہ جنت و دوزخ اعمال دنیا کے
 نتائج ہیں۔ دنیا عالم تضاد و تقابلیں کا بھی متضاد ہونا لازمی ہے۔ اعمال میں ایمان اور اس کے مقابلے میں
 کفر، طاعت کے مقابلے میں گناہ اور معصیت، عدل کے مقابلے میں ظلم موجود ہوتا تھا۔ جو باہم متضاد تھے
 زبان کے نتائج میں بھی بشل دوزخ و جنت، غم و خوشی کا تضاد ضروری ہے۔

قیامت اور مجازۃ اعمال کی دسویں دلیل | اصلاح بشری تمام اقوام عالم کو محبوب ہے کہ کوئی انسان

۱۔ خدا کا حق تلف کرنے اور نہ انسانوں کا حق تلف کر دے۔ تاکہ انسانی زندگی امن و اطمینان اور خوشحالی کے ساتھ گزرے۔ اس لئے مختلف اقوام نے بشری اصلاح کے لئے مختلف انتظامات ہر دور میں کئے ہیں۔ اور مختلف ادارے بنائے ہیں۔ لیکن اصلاح وجود میں نہ آئی۔ اصلاح کے عقلی اسباب تین ہیں

۱۔ تعلیم۔ قانون۔ حکومت اور عقیدہ مجازات اعمال۔

۲۔ پہلا سبب، یعنی تعلیم سے انسان نیک و بد سے واقف تو ہو جاتا ہے۔ لیکن تعلیم انسان کو آمادہ عمل نہیں بنا سکتی۔ نیک اور بد جاننا اور چیز ہے۔ نیکی کرنا اور بدی چھوڑنا اور چیز ہے۔ تعلیم سے پہلی چیز حاصل ہوتی ہے دوسری نہیں۔

۳۔ دوسرا سبب قانون بھی اصلاح بشری کے سلسلے میں سو فیصد کامیاب نہیں کیونکہ جرائم کا ارتکاب روح کرتی ہے اور جیت تک روح میں پاکیزگی اور انقلاب پیدا نہ ہو تو جرائم بدستور صادر ہوتے رہیں گے۔ قانون مجرم کو سزا دلانے میں پوری طرح کامیاب نہیں۔

۱۔ ہر جگہ قانون کی حکومت نہیں ہوتی۔ آزاد علاقوں میں نہ قانون ہے نہ حکومت۔

۲۔ اگر کہیں حکومت اور قانون موجود ہو تو بے وقت مجرم جرائم کا ارتکاب ایسی جگہ اور ایسے وقت میں کرتا ہے کہ کوئی گواہ اور شاہد موجود نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ قانونی سزا سے بچ جاتا ہے۔ اور اصلاح کا کام نامکمل ہی رہ جاتا ہے۔

۳۔ اگر گواہ موجود ہوں تو ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہیں کہ گواہ سچی گواہی دینے کے لئے آمادہ ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر کسی وقت شہادت کے لئے آمادہ بھی ہو جائے تو مدعا علیہ کی طرف سے ترغیب یا تہدیب، یعنی مالی لالچ یا فخر و سنانی کی دھمکی اس کو سچی شہادت سے روک دیتی ہے۔

۵۔ اگر سچی شہادت دینے کی نوبت آجھی جائے تو فریق مخالف کے وکیل گواہوں پر جرح کر کے گواہوں کو مشکوک بنا کر شہادت کو بے اثر کر دیتے ہیں جس سے مجرم سزا سے بچ جاتا ہے۔

۶۔ اگر بالفرض جرح کے بعد بھی شہادت درست ثابت ہوتی تو فیصلہ جج کے ہاتھ میں ہے۔ وہ غلطی بھی کر سکتا ہے۔ خاص کر جب روح میں تقویٰ نہ ہو۔ اور رشوت و سفارش کے تاثر سے متاثر بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے مجرم سزایابی سے بری ہو سکتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض سزا ہوئی بھی تو ضروری نہیں کہ وہ سزا جرم کی نوعیت کی سنگین اندازہ پر ہو۔ ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے قانون کس طرح جرائم کو روک سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون اور سزائوں کے باوجود جرائم اور قیدیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اسی لئے اصلاح بشری کا کام قلب و ضمیر سے شروع کرنا ضروری ہے۔ تاکہ جرائم صا ورنہ ہونے پائیں۔ اور صدمہ کی صورت میں اس کو ہر حال میں سزا دی جائے۔

اصلاح کی بنیاد قلب و ضمیر میں عقیدہ مجازات اعمال کی پختگی اور یقین قیامت سے ہے جس سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہر جرم اور حق تلفی درحقیقت اپنی تباہی آخرت کا سامان کرنا ہے۔ اور چند روزہ فانی فوائد کے بدلے دوامی مسیبت میں مبتلا ہونا ہے۔ جو کسی عقلمند کا کام نہیں یہی عقیدہ مجازہ تھا جس نے ڈاکوؤں اور رہزنوں کو فرشتہ صلت بنایا اور اسی عقیدے کی پختگی سے جن کے دل و دماغ روشن ہوئے۔ وہاں سے جرائم ظلم اور حق تلفی کا نام و نشان مٹ گیا۔ اصلاح بشری کا یہی واحد مجرب نسخہ ہے جس نے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے اپنے اصلاحی اثرات سے دنیا کو روشناس کیا ہے۔ اس لئے اصلاح بشری کے زاویہ نگاہ سے قیامت اور مجازات اعمال کا وجود یقینی ہے۔ ورنہ اس یقین نہ ہونے کی صورت میں انسانیت اغراض اور مفادات اور جلب منفعت اور خون ریزی کا مجسمہ بن کر دنیا کو جہنم کدہ بنا دے گی۔ اور بنا چکی ہے۔

قیامت اور مجازات کی گیارہویں دلیل | انسان کائنات کا قیمتی جز ہے۔ لیکن اس کی عمر اور حیات مختصر ہے۔ آسمان۔ زمین۔ پہاڑ طویل اور دراز مدت سے قائم ہیں۔ لیکن انسان کی زندگی ایک مختصر شعلہ ہے جو موت کے ایک جھونکے سے بجھ جاتا ہے۔ حالانکہ اگر کسی آدمی کے گھر ایک برتن مٹی کا ہو اور دوسرا سونے کا۔ تو سونے کا برتن دیر پا ہو گا۔ کہ کوئی مالک اپنے سے قیمتی چیز جلد جدا نہیں کرتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پوری زندگی بھی مختصر و نیوی زندگی نہیں بلکہ یہ انسان کی اس ابدی زندگی کی تمہید ہے جو اس کو جہان آخرت میں بعد از قیامت بطور جزا اعمال کے نصیب ہو گی۔ وان الدار الاخرة لہی العیون وہی اخروی زندگی انسان کی حقیقی زندگی ہے جس کو زوال نہیں اور جس کی عمر لا محدود ہے۔ تاکہ قیمتی انسان کی درازی عمر دیگر کائنات کی نسبت زیادہ ثابت ہو سکے۔ اور قیمتی اشیاء کی دراز عمر کا ضابطہ سپیس شیا کے مقابلے میں پورا ہو سکے۔

مجازت و قیامت کی بارہویں دلیل | ڈاکٹر فریڈ لکھتا ہے :-
جدید سائنس کے تحت

۱۔ نیت ۲۔ قول ۳۔ فعل۔

نیت انسانی نفس کے تحت شعور میں محفوظ ہے جب وہ کسی خیال کو بھولتا ہے اور پھر نیند میں دیکھتا ہے تو اس کو یاد آ جاتا ہے۔ اور قول ہوائی موجات میں محفوظ ہے۔ جو ریڈیائی نظام کے ذریعہ منتقل ہو سکتا ہے جس کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل ہے۔ تمام اقوال و مضامین محفوظ ہیں۔ لیکن وہ باہم مخلوط ہیں۔ تاہم مزید
اکہ امتیاز ایجاد نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ آئندہ ایجاد ہو سکے۔ برعکاس ریڈیائی نظام کے کہ وہ طول میں مختلف درجہ